مُلّا حمید اللہ شاہ آبادی کی زِندگی اور اَدبی کارنامے

از ڈاکٹر محمد یوسف لون

ملا حمید اللہ شاہ آبادی مولوی حمایت اللہ کے بیٹے تھے اٹھارویں صدی کے آخری برسوں میں شاہ آباد میں پیدا ہوتے تھے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے باپ حمایت اللہ سے پائی تھی حمایت اللہ عربی اور فارسی زبان کے عالم تھے اور درس و تدریس انکا ذریعہ معاش تھا بالغ ہونے کے بعد حمید اللہ نے بھی باپ کا ہی پیشہ اختیار کیا تھا۔

شاہ آباد میں بود و باش کے وقت دہاں کے مقامی باشندوں نے حمید اللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا جس کی بنا پر حمید اللہ علاقہ برنگ کے ایک گاؤں نوبُوگ نی کو ہجرت کرنے پر مجبور ہوتے شاہ آبادیوں کے رویہ سے متعلق یہ اشعار ملاحظہ ہیں

بدتر ز دو صد دشمن یک یار شاہ آبادی
فتنہ است و دغابازی کردار شہ آبادی
از نقد ستمگاری در جنس دغا بازی
دیدم بہ ہر سو باری بازار شہ آبادی

اس کی تشریح بعد میں حمید نے خود یوں کی ہے قبل بر ینکہ بلغزش خامہ مصنف ناپرسان نامہ بہ طبیعیت عامہ نکتہ چند بطریق ہزل و استہزا نسبت بمردم شاہ آباد نمودند۔ نہ از رویہ بغض و عداوت از برای آن بود کہ نسبت باچنین ولی نعمتی

عالی ہمتی بیوفائی ساختہ اند و نرد دغا باختہ اند

اس کے برعکس نوبوگ نی کے لوگوں نے اسکو ہر ممکن سہولیت میسر رکھی اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس مہمان نوازی اور زندہ دلی کو دیکھ کر حمید نے یہ الفاظ ان کے بارے میں قلمبند کئے تھے

مگر زمینداران نوبوگ نی بچند صفتی موصوف اند اول درنان دہی معروف اند بر سر خوان اینان دوست و دشمن یکسان۔ دوم ہر چہ دھند برزبان نیارند۔ کاری بتکراری ندارند ہوشیار اند۔"

نبودی گر بہ نوبوک قدر دانی
جوانمردی و لطف و مہربانی
حمید ہوش مند آنجا نماندی
بدیسان مدح شان اصلاً نخواندی

اپنی عزت نفس کی حفاظت اور برتری کیلئے حمید نے وقت کے حاکموں کی مدح سرائی سے پرہیز کر کے روکھی سوکھی روٹی پر ہی گذارہ کیا چنانچہ کہتے ہیں۔

ترک توصیف شہنشایان کنم — احتراز از مدح گمراہان کنم
گفت پیغمبرؐ ز مدح فاسقان — آید اندر لرزہ عرش و آسمان
جیفہ خواری را چہ بتا بد بجس — عجب شہبازان دید یا دمگس
من اگر از گوشہ بر نایم بردن — دورم از نزدیکی این قوم دون
تا نہ پنداری تو ایمر د سعید — مجلس آرای نمیداند حمید
طبع من ہرگز نیامد این خلل — تا کنم مداحی اہل دول
پیش مردم بہر زر سر خم کنم — مدح و قدح و لہو و لعب و زم کنم
از صریر خامہ سازم گنگ دلال — صد ہزاران طوطی شیرین مقال
کردہ ام خود اختیار یک گوشہ — کشتہ ام قانع بر اندک توشہ
از قناعت ماندہ ام در کوہسار — فارغ از باغ و بہار شالیمار

Scanned by CamScanner

حمیداللہ کو دیہاتی زندگی سے بہت لگاؤ تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شیر شیرزہ گرچہ کوہساری بود   بہتر از سگہای بازاری بود
پیش من دہ ہاشی ہیشو رو شر   بہتر از بازاریان حیلہ گر

حمیداللہ سلسلہ قادریہ کے پیروکار تھے حضرت غوث پاک شیخ سید عبدالقادر جیلانی رح سے انکی والہانہ عقیدت تھی جس کا ثبوت ان اشعار سے ملتا ہے۔

جان جانم قوت روحانیم   شیخ عبدالقادر جیلانیم
دزد را از یک نظر ابدال کرد   زندہ قومی بعد چندین سال کرد
دست در دامان دربانش زنم   جان نثار مقدم پاکش کنم

عمر کے آخری ایام میں حمیداللہ نوبوگ نی سے اسلام آباد آتے تھے اور وہاں پر ۱۲۶۹ھ انتقال فرما گئے۔ انہوں نے اپنی موت سے پہلے خود تاریخ وفات کہی تھی۔

عزیزا زمن گر کسی پرسدت   بگویش بخلد برین شد حمید

بخلد برین شد حمید کے مطابق حمید کا سال وفات ۱۲۶۹ھ ہے

مُلّا حمید اللہ کے اَدَبی کارنامے

ملا حمید اللہ کے ادبی کارناموں کی وجہ سے ان کا نام ایک پر گو اور معروف فارسی ادیب کی حیثیت سے کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ میں بہت نمایاں ہے اس کا ثبوت ان کے تصانیف اکبر نامہ۔ شکرستان۔ گلزار اعتبار۔ دستور العمل۔ ناپرسان نامہ۔ چای نامہ اور ردشیعہ سے ملتا ہے ان مذکورہ تصانیف کی تفصیل یوں ہے۔

اکبر نامہ :۔ اکبر نامہ میں پہلی جنگ افغانستان جو ۱۸۳۹ء میں انگریزوں اور افغانوں کے درمیان چھڑ گئی تھی اس کا منظوم مفصل حال ملا حمید اللہ نے اکبر نامہ میں لکھا ہے اس جنگ میں ملا حمید اللہ نے اکبر خان فرزند امیر دوست محمد خان کو قومی ہیرو کی صورت میں پیش کیا ہے اور اسی کے نام سے اس کتاب کو منسوب کیا ہے اس کے علاوہ حمید اللہ نے اس میں سکھوں اور افغانوں کے درمیان چند معرکوں کا حال بھی پیش کیا ہے ۱۳۲۶ھ میں افغانستان میں یہ کتاب پہلی بار شایع ہوئی۔

حمید اللہ نے ۱۲۶۰ھ میں اکبر نامہ تصنیف کیا ہے چنانچہ اکبر نامہ میں ہی اس کا سال تصنیف اس شعر میں یوں دیا ہے۔

چو این تیر فکرت بیرون شد ز شست

ز ہجرت ہزار و دو صد بود و شصت

اکبر نامہ موضوع کے لحاظ سے رزمیہ ہے اس رزمیہ مثنوی کو پیش کرنے میں شاعر نے نہایت شیرین بیانی سے کام لیا ہے رزمیہ مثنوی میں عام طور پر معرکہ آرائی کا

Scanned by CamScanner

حال بیان کیا جاتا ہے اس کے علاوہ ان مثنویوں میں قومی جذبے اور کتنی اعلیٰ کرداروں کی بھی عکاسی کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ شادی وغم۔ فتح و شکست اور رنج و محن جیسے واقعات بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

حمید نے اکبر نامہ میں لاہور کے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور کابل کے امیر دوست محمد دوست خان کے فوجوں کے درمیان لڑائی کا نقشہ یوں پیش کیا ہے

فغان ناگہان دیدمان بر کشید — کہ اینک ہری سنگھ جنگی رسید
دلیران کابل بجوش آمدند — چو شیر جیان در خروش آمدند
صف میمنہ افضل نامدار — بیار است ہمچو روئی حصار
سوئی میسرہ اکبر چیرہ دست — صف جنگ چو صد یاجوج بست
وزاں سو ہری سنگھ فیروز جنگ — ببلت زدہ تاب ہمچوں پلنگ
ز پوشیدن جوشش تابدار — نمایاں چو روئین تن اسفند یار
چو اکبر بر آورد تیغ از میان — کشادہ بہ اللہ اکبر زبان

ایک اور لڑائی میں ترک فوجوں نے اس طرح حملہ کیا کہ انگریزوں کے ایک ہزار فوج میں سے چار سو مارے گئے انگریزوں کی اس شکست کے بعد افغان سپاہی انکے پیچھے پیچھے دوڑ پڑے جیسا کہ کوتوال بڑی شتابی کے ساتھ چوروں کے پیچھے دوڑ پڑتا تھا اس جانب سے ایک عجیب ہی حال رونما ہوا کہ مرد اور عورتیں چھتوں پر خوشیوں سے جھوم رہے تھے کیونکہ محمد زمان خان کو بادشاہی عطا ہوتی اور شہنشاہی کا تاج بھی انکو پہنایا گیا تھا بادشاہ نے احسانمندی کے دروازے کھول دیئے تھے اور سخاوت، حمایت اور بخشش کی فراوانی ہر طرف جاری رکھی۔ ہر طرف راہ حق میں لڑنے والے پہنچ گئے اور اپنی جانوں کی شہادت کیلئے کمر بستہ ہوتے شاعر نے شیرین انداز میں اس کی وضاحت یوں پیش کی ہے۔

بد انسان بر آوردند ترکان دمار — کہ شد چار صد کشتہ زآن یکہزار

فرنگی گریزان و افغان زپس — شتابان زدنبال وزدان عس

ازیں طرفہ حال عجب مرد و زن — سر بام و بر زن بہم خندہ زن

محمد زمان خان نمودند شاہ — زشاہش دادند بر سر کلاہ

شاہ نو در لطف احسان کشاد — بجود و سخا و کرم داد داد

رسیدن از ہر طرف غازیان — بجان بر شہادت ببستہ میان

المیہ واقعات کو پیش کرنے میں شاعر نے اپنے کمال فن کا اظہار کیا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سپہ سالار ہری سنگھ جب افغان فوج کے جرنیل اکبر خان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ افسوناک خبر سنکر جو صدمہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پہنچا اس کا حال شاعر نے یوں رقم کیا ہے۔

زمرگ ہری سنگھ وقتل سپاہ — بر نجید رنجیت و میکرد آہ

شدہ مفت ضایع دارین کارزار — چو از ناوک رستم اسفندیار

چہ بودی کہ تنہا ہمان یک سوار — ہمی زیست برجای چندین ہزار

اسی طرح لاتیہ جنگی کے المناک موت پر اس کی بیوی کے رنج والم کا حال حمید نے یوں نظم کیا ہے۔

زن لاتھہ جنگی گریبان درید — بسوزد آنچنان نالہ برکشید

بیا با توام بینوائی خوش است — ازین پادشاہی گدائی خوش است

کجای تو آرام جانم بیا — ببین سیل اشک روانم بیا

تاریخی واقعات کے ثبوت میں اس مثنوی کا خاصہ حصہ رہا ہے اور کردار کی نمائندگی میں یہ تفصیلات زیادہ ہی پسندیدہ ہیں مثلاً ای کابل کے سردار میں اس طرح حملہ کردں جس طرح زابل کا رستم بغیر کسی خوف کے حملہ کرتا تھا ترکوں کے ساتھ اس طرح لڑوں کہ عظیم بہادروں کے ساتھ ایک نیزہ بازی کردں۔ میدان روس میں اس بہادری کا ثبوت پیش کردں جو اس سے پہلے اسکندر فیلقوس نے روسیوں کے ساتھ کیا تھا رومیوں کا سر ہاتھیوں کے پاؤں سے کچل ڈالوں اور دریائے نیل

Scanned by CamScanner

میں لوگوں کو غرق آب کر ڈالوں۔ یہ اشعار اس بارے میں بہت ہی چست ہیں۔

بر آنم من ای سرور کابلی | کہ یکبار چون رستم زابلی
بترکان چنین ترکتازی کنم | بگردان یکی نیزہ بازی کنم
دہم یاد مردی بمیدان روس | بر دسی چو اسکندر فیلقوس
سر رومیان کو بم از پای پیل | کنم مردمان غرق دریای نیل
ز توران زمین رو بایران کنم | زمین تر بخون دلیران کنم

کشمیر میں وقت کے ظالم حکام نے لوگوں پر طرح طرح کے مظالم ڈالے تھے اور دوسری طرف قحط اور وبانے ملک کو تباہ کیا تھا لوگ تارک وطن ہو گئے تھے بدامنی اور بے چینی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ یہی خستہ حالت ملا صاحب کو دل ہی دل میں تڑپاتی اور ترساتی تھی قومی جذبے کی شدت میں آکر انہوں نے یہ اکبرنامہ نظم کیا تھا تاکہ لوگوں میں لڑنے اور مرنے کیلئے ہمت پیدا ہو جائے اور یہی ہمت ان کیلئے باعث فتح بن جاتے ان خستہ دلوں میں ہمت اجاگر کرنے کیلئے انہوں نے اپنے کلام میں سخت زور دیا ہے اس کی طرف اکبرنامہ میں یوں اشارہ ملتا ہے۔

تزلزل بفوج فرنگی فگند | بساکس ز مردان جنگی فگند
بسا تن بخست و بسا سر شکست | بسا سرکشان کرد بے پا و دست
ز کشمیر مردی نیامد پدید | بجز عارف جنگ جو یا حمید
کہ او نیز تنہا نمودہ است جنگ | بصد کس ز سکھان بچوب و بنگ

رزمیہ مثنوی عموماً کسی بادشاہ یا کسی امیر کی فرمائش پر لکھی جاتی ہے تاکہ بحیثیت ہیرو اس بادشاہ یا امیر کا نام زندہ جاوید رہے لیکن ہمارے نامور شاعر کو اس قسم کا کوئی فرمان نہ تھا انہوں نے صرف قومی جذبے اور جوش کو اجاگر کرنے کیلئے اکبرنامہ نظم کیا ہے اس کا ثبوت ہمیں اس بات سے بھی ملتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا قصیدہ نہیں لکھا تھا جس میں کسی بادشاہ۔ وزیر یا امیر کی مدح سرائی ہو۔ اکبرنامہ میں اس کی طرف یوں اشارہ ملتا ہے۔

Scanned by CamScanner

مرا از کسی نیست امید زر | چو لالہ خورم ہفت خون جگر
فروشم گہر مقصدم سود نیست | نگاہم سوی دست محمود نیست
چو محمود گر رستم نامور | بہ شاہنامہ یکبار کردی نظر
بیک بیت فردوسی نظم سنج | بجای درشتی بہی داد گنج

مطلب یہ ہے کہ مجھے کسی سے دولت ملنے کی تمنا نہیں ہے گل لالہ کے مانند میں اپنا خون جگر ایک ایک گھونٹ کر کے پیتا ہوں میں موتی بیچتا ہوں لیکن میرا مقصد نفع کا نہیں ہے میری آنکھیں محمود کی سخاوت پر نظر بند نہیں ہیں سلطان محمود کی طرح اگر نامور رستم شاہنامہ کی طرف ایک نظر دیکھتے تو فردوسی جیسے کلام جانچنے والے کے ایک شعر کو نفرت کے بجای خزانہ بخش دیتا تھا۔

شکرستان :۔ ملا حمید اللہ کی دوسری مثنوی شکرستان ہے اس مثنوی میں انہوں نے حسن وعشق۔ طنز و مزاح۔ فلسفہ اور اخلاق۔ حکمرانوں کے جبر واستبداد جیسے موضاعات کے علاوہ تصوف کی رنگین داستانیں بھی درج کی ہیں مطلب کی وضاحت میں وہ اکثر و بیشتر تمثیل بیانی سے کام لیتے تھے اس مثنوی کے بغور مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں نے ایران کے اعلیٰ پایہ شاعروں مثلاً رومی۔ نظامی۔ جامی اور سعدی وغیرہ کا خوب ڈھنگ سے مطالعہ کیا تھا۔ اس مثنوی کے بارے میں حمید نے خود یوں ذکر کیا ہے

طوطی طبعم چون این شکر فشاند
شکرستان این افسانہ خواند

چون نوشتن خواست تاریخش قلم | گفت رضوان خرد باغ ارم
ہاتفی زانصاف بر گفت آشکار | یک ہزار و دو صد و زچہل و چہار

حمید نے عشقیہ شاعری میں جہاں جذبات کے اظہار سے کام لیا ہے وہاں روزمرہ ادبی مذاق کے دائرے میں رہ کر بھی انہوں نے جمالیاتی تخلیق کی ہے اور شاعرانہ اور جمالیاتی عناصر کو اس طرح ملا دیا ہے اور ان سے ایسے نقوش پیدا کئے کہ ان کے ہر شعر میں ایک مخصوص طرز ادا

Scanned by CamScanner

دکھائی دیتی ہے اس طرح ان میں اعلیٰ درجے کی فکری تخلیقی اور جذباتی صلاحیت نظر آتی ہے ان کے نرالا پن اور طرز بیان کا ایک الگ اسلوب ہے جو ان کے معاصرین میں موجود نہیں لہذا ان کی شاعری میں اچھوتا پن ان کی شاعرانہ بصیرت کا ایک بین ثبوت ہے ذیل کے اشعار اس بارے میں گواہ ہیں۔

سوختم از عشق جانان سوختم — سوختم چون شمع سوزان سوختم
صبر د ہجر و وصل جانان چون کنم — زاں بسوزم زین ہیمرم چون کنم
ہر سر مویم ز عشق یار مست — مست شوای درد دیوار مست
شعلہ فیضی کہ زد آنشمع طور — سوخت صد پروانہ از نزدیک و دور
پرتو مستی بہام و در فتاد — رقص در محراب و در ممبر فتاد
آں کسی داند کہ غرق عشق شد — سوختہ خرمن ز برق عشق شد
مولوی در مثنوی فرمود راست — ملت عشق از ہمہ ملت جدا است

حمید کو خود شناسی کے جذبے نے اپنے زمانے کے ناساز گار ماحول سے سخت متنفر کر دیا تھا اس زمانے میں مطلق العنان شہنشاہیت نے جاگیردارانہ نظام کو پورے ملک میں جنم دیا تھا۔ جاگیردار اور امراء طاقت اور تونگری اور جاہ و ثروت کے نشے میں چور بے گناہ غریبوں اور مفلسوں پر مظالم توڑتے تھے اور انہیں بے سہارا چھوڑتے تھے مرکزی حکومت کی طرف سے جو حکام کشمیر میں تعینات کئے جاتے تھے انہوں نے کشمیر میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا کشمیری لوگوں کی خون سے کمائی ہوئی دولت چھین کر غریب رعایا کو نان شبینہ کا محتاج بنا دیا جاتا تھا۔ کشمیریوں سے بیگار لینے اور انہیں ذلت کی زندگی گذارنے میں حکام نے کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی۔ حمید جیسا روشن نظر آدمی ان حالات کا مشاہدہ کر کے دل ہی دل میں کڑھتا رہا مجموعی طور پر انہوں نے جس غم کا اظہار کیا ہے وہ ایسے ہی ماحول کا محرک تھا اور اس میں وہ حسرتیں اور ناکامیاں بھی شامل ہیں جن سے ان کی زندگی عبارت تھی الغرض حمید اندرونی اور بیرونی حالات کے زخم خوردہ تھے

لہٰذا انہوں نے اس کی شدت میں تاب نہ لاکر اس غم کا اظہار کر ہی دیا کیونکہ وہ خاموش طبیعت آدمی نہ تھے کہتے ہیں۔

جرم ما مارا چو دامن گیر شد	قوم نانک وارد کشمیر شد
بر ہمہ مردم گزا چون اژدہا	کشتگان را نخواستندی خون بہا
روز روشن خلق را چون شام شد	ضعف دین و سستی اسلام شد

گلزار اعتبار:۔ یہ تصنیف سعدی کی کتاب گلستان کی طرح پند و نصایح کا ایک مجموعہ ہے دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں حمید اللہ نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے۔

در اثنای سیر و تماشا شگفتہ گلی دیدیم بسوی آن متوجہ گردیدم و بوی خوشدلی از و شنیدیم و بحسن و جمال او گردیدیم کہ ناگاہ صبا را دیدیم برجستہ و بطبا پچہ ہای سخت روی گل خستہ تا چہرہ اش سرخی گرفتہ و عذارش رنگ خونین پذیرفتہ گفتم ازین نازنین روی ستودہ خوی معطر بوی چہ گناہ بظہور رسید تا سزاوار چنین رنج و تعذیب گردید گفت خندہ و معرط کہ مرا اعتبار امقط است......

در خندہ عمر کم شود رت بشنوای عزیز
چوں شمع و چون چراغ و چو گل ہمچو صبح نیز

ملا صاحب نے فضول خرچی سے پرہیز اور اعتدال سے کام لینے کی نصیحت یوں فرمائی ہے۔

ز اسراف تہدست بماند کہ سحاب
از بارش بسیار فنا میگردد

پاکیزگی۔ صفائی اور پرہیزگاری کی فضیلت کے بارے میں حمید نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے۔

.... از و گذشتہ چون قدمی چند راندیم خود را بخیابانی رساندیم۔ نسترن را دیدیم

Scanned by CamScanner

پاکیزہ منش۔بی فل وغش مولوی وش باریش دفش بر منبر تخت چمن نشستہ و عمامہ سفید بر سر بستہ واز فیض باد بہار دنفس راکبہ سر رشتہ گشتہ گلدستہ بہم پیوستہ دارد....حضرت نسترن ہم خوانند وبکمال صدق و پاکی اہل چمن حضرتش را مقتدای باغ دانند۔گفتم خوشحال کسی کہ حرف خداوند تعالی راحتش راسپید کردہ و نختش را پر امید۔

مطلب اس سے گذر کر جب کچھ قدم آگے بڑھاتے اپنے آپکو ایک شاہراہ پر پہنچایا۔نسترن پھول کو دیکھا جو بہت ہی پاک وصاف تھا..... اور سفید دستار کو سر پر باندھا تھا.... سچائی اور پاکیزگی کے اعلیٰ صفات کی وجہ سے چمن کے رہنے والے اس حضرت کو باغ کا پیشوا مانتے تھے۔

سرو سے مخاطب ہو کر سرکشی، کبر اور خود نمائی کی مذمت میں یہ الفاظ اس طرح قلمبند کرتے تھے۔

پس سرورا دیدیم برلب جوی بابالای بلند بر یکپا بند۔گفتم زبونی جوی اگر از پستی و دونی بود ایں سربلند آزادہ چرا پابند استادہ است۔گفت بندش از ناز و رعنای و سرکشی و خود نمائی است وقیدش از ارتفاع و استعلا و استکبار و استغنا است۔

سرکش بسان شمع از ہستی فتد آخر
کہ تیرار میرود بالای سوی پستی فتد آخر
بجو رفعت مشو سرکش ز سرمستی واستعلا
بزودی دیو باد از خود ز سرمستی فتد آخر

ناپرسان نامہ :۔ یہ تصنیف تاریخی لحاظ سے بہت ہی اہم ہے کیونکہ مصنف نے اس میں زمانے کے ظلم و استبداد کا ایک مکمل نقشہ طنزیہ اور کنایہ انداز میں پیش کیا ہے۔

وقت کے حکام نے کشمیر میں جو ظلم اور لوٹ دمار کا بازار گرم کر رکھا تھا اس کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا سرکاری عہدوں پر جو نا اہل اور نالائق حاکم مقرر تھے وہ لوگوں کے مال ومتاع کو ہر طرح سے لوٹتے تھے اور ان کے بگڑے ہوتے کاموں کو سنوارنے کے برعکس

Scanned by CamScanner

اور بگاڑتے تھے ان نااہل حاکموں کو حمید نے ان فرضی ناموں سے یاد کیا تھا۔

"منافقانرا منصبی معین دارند تا از نیک و بد ہر خانہ خبر نیارند ..... چنانچہ گریز سنگہ میر شمشیر ادبار سنگہ بخشی فوج، شامت سنگہ چہرہ نویس، دیوث سنگہ خواجہ سرا، بدل سنگہ عرض بیگی، مردار سنگہ تابچی، چرکینی داس آشپز، مفاجات قلی میر آخور، رہزن پانڈے دربان، خاین پنڈت پیشکار، افلاس در خزانچی خلافت رازدان عدالتی، مفتری داس دفتری، تادان کول عامل، دیوانی داس تحویلدار، چغلی بیگ وقایع نگار، بہتان گور منجم، رشوت بابا قاضی، فاسق شیخ مفتی، قاتل جی ام حکیم، کاذب رتہر قانونگو، خوشامد گنائی مقدم، عداوت کول پٹواری، فساد بٹ ہرکارہ، ازیں حسن تدبیر و ترتیب و قانون عجیب امورات ملکی نظامی و انتظامی بہم رسید کہ اگر از خرمن آن ترازوی طبعم جوی بہ سنجند در عقل عقلا نگنجد جنس بیمروتی ارزان گردید و نقد وفا نایاب .....

دغا وازہ بر کبابی نشستہ و افسوس گنائی بر قصابی خراب بجار و ویران گلکار بر تعمیر دیوان خانہ در درگاہ گیتی پناہ، بوم شاہ شام و سحر مشغول شدند آن استادان چالاکدست ہر روز قلیمی انعام می یافتند۔

گشت یکرنگ کشور و وادی　　بوم در شہر کرد آبادی
گر شغالی بکوچہ می نالید　　ہیچ سگ مانعش نمی کردند
در مسجد بجایگاہ لبیب　　جغد واعظ نشست و زاغ خطیب

ہر کہ کارش بسر ارباب قضا افتادہ، در دام قضا افتاد و آنکہ محتاج دیوان گردید اسیر دیوان گردید از کشاورزان محتاج دہ چند خراج بردند و بہتمت باحدی تاراج کردند۔ ہر کہ ہمہ خورد جان بسلامت برد و آنکہ ہمہ داد بمذلت جان داد و بسر دباغیان عمامہ کج بسر نہادہ در صد تارک مطیعان افتادہ۔

عالم پیر بیم از نیرنگ دریو　　ہر طرف شور است و آفات دغہ بو
برہمہ استاد در جنگ و جدل　　بر مثال رستم و سہراب دگیو
صورتاً آمیز گار و آدمی　　معنیاً وحشی مزاج و جن و دیو

Scanned by CamScanner

شرارت کول بتصادت شاہ آباد اتفاق ملک قید نمود ۔ انوع فتن مذکور از بادہ حسد مست بتطاول پیوست ہرچہ دید بخورد د آنچہ یافت ببرد از ستم دتاخت کافہ غربا را در بدر ساخت ۔

ان مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں سیاسی اور اقتصادی بدحالی کا ایک افسوسناک دور قائم ہوگیا تھا اور ادبار، شہامت، رشوت، فاسق، قاتل، کاذب اور عداوت وغیرہ افراد کی پوری وادی پر حکم رانی تھی یہ نااہل اور جابر حکمران بے گناہ لوگوں پر جھوٹے الزامات تراشتے تھے اور انصاف کو نظر انداز کرکے انہیں شدید عذاب میں مبتلا کرتے تھے حمید نے اس بارے میں ایک واقع کی تفصیل یوں بیان کی ہے ۔

عامل چون فصلی دید کامل با برکت عینی شامل از حضرت باری بصد عجز و زاری التماس بسال نیک نمود بجا کرد کہ جای آن بود ۔ کاذب راتھر قانونگو و عداوت کول پٹواری طلبیدہ و لہ درسم سیاہ دسرشتہ پرسیدہ ۔ ہر دو متفق اللفظ گردیدہ گفتند کہ از خروار دوازدہ ترک سرکار و مثت بعامل و شقدار و نہہ بہ قانونگو و ترازو دار و دہ وغیرہ مقدار طذ دہ راس گوسفندان پنج برچوپان وشش بخرج دیوان و ہفت بریان محصلات ہرچہ بجنس بیابند بستانند ۔ چون پندارند محصلان بدنبال گذارند....

وفساد بٹ ہر کارہ کہ بخلق اللہ دشمنی بود فی سبیل اللہ ۔ این معنیٰ باعث تباہی خزانہ پادشاہی دید ..... سخن بریں قرار یافت کہ جلاد چشم بستہ بہر سو شتابد کہ دریابد دستش ببرد از حاضران وناظران نعرہ طوبیٰ و آوازہ مرحبا برخاست و پس علمآ و فضلای عصر و حکمآ و اطبای عصر حاضر نمود تا علما فتوی گوید و حکما دوا جویند ۔

چای نامہ :۔ حمید اللہ نے چای کی تعریف میں چای نامہ لکھا ہے جس میں اس نے چای کی پتی سے لیکر اس کے تیار ہونے تک کی سب باتیں درج کی ہیں چای کے تیار ہونے کے بارے میں شاعر یوں رقمطراز ہے ۔

چو در جوشش آواز بق بق زند تو گوی کہ منصور اناالحق زند

Scanned by CamScanner

زنند اندران چچہ پر نگار   چو اندر شفق نجم دنبالہ را

مختصر یہ کہ ملا صاحب کے اشعار سے پڑھنے والے پر ایک مست ہونے والی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ان کے اشعار میں احساس کی شدت ہے ان کا مشاہدہ عمیق ہے اور جذبات میں خلوص ہے احساس کی نزاکت ان کی اہم خصوصیت ہے یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے زمانے کے ناخوشگوار تغیرات کا ادراک کیا ہے اور پھر اپنے تجربات اور مشاہدات کے نتائج کو ایک لطیف بیان کے ساتھ دلفریب اشعار کے لباس میں روشن کر کے اپنی مقبولیت کے سامان فراہم کئے۔

حمید کے کلام سے یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں سادہ طرز اسلوب کو اختیار کیا اور رموز و کنایات اور ایہام کے لباس میں کشمیر کے جابر حکام اور جاگیردارانہ نظام اور سیاسی انتشار اور معاشی فراتفری کے خلاف اپنے احساسات کا لطیف پیرائے میں اظہار کر کے اپنے ہموطنوں کے دلوں کو جگایا۔ ان کے ایسے اشعار میں تجربے کی عام صداقت ہے اور عام انسانی واردات اور ذہنی کیفیات کی جلوہ گری بھی ملتی ہے اور نثری تصانیف میں بھی ان کا یہی پایہ رہا تھا۔

Scanned by CamScanner

کتابیات

۱۔ تذکرۂ شعرای کشمیر	حسام الدین راشدی	جلد اول (ص۔ ۲۱۵)
۲۔ تاریخ حسن	غلام حسن کھوہامی	حصہ چہارم (ص۔ ۵۶)
۳۔ تذکرۂ شعرای کشمیر	حسام الدین راشدی	جلد اول (ص۔ ۲۱۵)
۴۔ ناپرسان نامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۳۔ الف و ب)
۵۔ ناپرسان نامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۳۔ الف)
۶۔ شکرستان	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۵)
۷۔ شکرستان	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۵)
۸۔ شکرستان	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۶)
۹۔ تاریخ کبیر	محی الدین مسکین و	(ص۔ ۳۵۰) و
	تذکرہ حسام الدین راشدی	(ص۔ ۲۱۵)
۱۰۔ مقدمہ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۳۸)
۱۱۔ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۳۸)
۱۲۔ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۳۸ تا ۱۳۹)
۱۳۔ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۹۰)
۱۴۔ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۹۰)
۱۵۔ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۲۰۸)
۱۶۔ اکبرنامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۵۷)

Scanned by CamScanner

۱۷۔ اکبر نامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۲۳۷۱)
۱۸۔ شکرستان	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۴)
۱۹۔ شکرستان	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۵۵ تا ۵۸)
۲۰۔ گلزار اعتبار	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۶ تا ۹)
۲۱۔ گلزار اعتبار	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۷ تا ۸)
۲۲۔ نابرسان نامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۴ تا ۶)
۲۲۔ نابرسان نامہ	ملا حمید اللہ شاہ آبادی	(ص۔ ۱۰ تا ۱۱)

Scanned by CamScanner